دوسری قسط

تفسیر السراج المنیر

مولانا نورالرحمٰن ہزاروی

ناظمِ تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم، کراچی

''وہ کتابیں اپنے آباء کی......'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع و مصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ خطیب شربینیؒ کی ''تفسیر السراج المنیر'' کے بارے میں سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

وہ تفاسیر جن سے خطیب شربینیؒ نے استفادہ کیا: خطیب شربینیؒ نے اپنی تفسیر میں متقدمین کی تفاسیر سے بھی بکثرت استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ مقدمہ تفسیر فرماتے ہیں:

''وقد تلقيت التفسير۔ بحمد الله۔ من تفاسير متعددة رواية ودراية، عن أئمة ظهرت وبهرت مفاخرهم، واشتهرت وانتشرت مآثرهم......''

یعنی'' بحمدللہ میں نے اس تفسیر میں جلیل القدر ائمہ مفسرین کی تفاسیر سے استفادہ کیا، ان میں مذکور تفسیری روایات سے بھی استفادہ کیا اور ان کے تفسیری نکات بھی میں نے اس میں جمع کیے''۔(السراج المنیر :۱/۲۲)

ان تفاسیر میں علامہ زمخشری کی ''الکشاف''، قاضی بیضاویؒ کی ''أنوار التنزیل''، امام رازیؒ کی ''التفسیر الکبیر''، امام بغویؒ کی ''معالم التنزیل'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً امام رازی کی تفسیر کبیر سے انہوں نے بکثرت نقل کیا ہے۔

علامہ زمخشری اور قاضی بیضاویؒ پر نقد: خطیب شربینیؒ اپنی تفسیر میں ائمہ مفسرین کی تفاسیر سے صرف نقل پر اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ اگر کوئی رائے یا توجیہ ان کی نظر میں کمزور ہو تو اس پر مناقشہ کرتے ہوئے رد بھی کرتے ہیں۔ یوں تو انہوں نے متعدد مفسرین کے اقوال و توجیہات پر مناقشہ کیا ہے، مگر علامہ زمخشری اور قاضی بیضاویؒ کی انہوں نے خوب خوب خبر لی ہے۔ خصوصاً ان دونوں نے اپنی تفاسیر میں فضائل سور میں یا کسی اور مناسبت سے جو موضوع یا ضعیف احادیث ذکر کی ہیں ان پر تو انہوں نے خوب کھل کر رد کیا ہے۔ بطور نمونہ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

مثلاً سورۃ الحجر کی فضیلت میں علامہ زمخشری کی متابعت میں قاضی بیضاویؒ نے ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے، اس پر رد کرتے ہوئے خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں:

''وما رواه البيضاوي تبعًا للزمخشري من أنه صلى الله عليه وسلم قال: "من قرأ سورة الحجر

كان له من الأجر عشر حسنات بعدد المهاجرين والأنصار والمستهزئين بمحمد صلى الله عليه وسلم" حديث موضوعٌ".

یعنی'' قاضی بیضاویؒ نے علامہ زمخشری کی متابعت میں جو یہ حدیث ذکر کی ہے کہ'' جس نے سورہ حجر پڑھی اس کو مہاجرین، انصار اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھٹھہ اڑانے والوں کی تعداد کے وزن کے بقدر دس نیکیاں ملیں گی'' تو یہ حدیث موضوع ہے''۔ (السراج المنیر :۳/۳۱۲)

علامہ زمخشری اور قاضی بیضاویؒ پر اس کے علاوہ دیگر متنوع نقد بھی انہوں نے کیے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت کریمہ: ﴿کتب علیکم إذا حضر أحدکم الموت..... للوالدین والأقربین بالمعروف حقًا علی المتقین﴾ میں علامہ زمخشری کی متابعت میں قاضی بیضاویؒ نے'' حقا'' کو جو کہ ایک قول کے مطابق مفعول مطلق ہے، سابقہ جملہ کے مضمون کے لئے تاکید قرار دیا ہے۔ اس پر ابوحیانؒ کے حوالہ سے انہوں نے ردّ کرتے ہوئے فرمایا:

"وقوله تعالیٰ: ﴿حقا﴾ مصدر، قال البیضاوي تبعًا للزمخشري وغیرہ: مؤکد لمضمون الجملة قبله أي: حق ذلك حقًا، وردّہ أبوحیّان بأن قوله تعالیٰ: ﴿علی المتّقین﴾ متعلق بحقا أوصفة له، وکل منها یخرجه عن التأکید......."

یعنی'' آیت کریمہ میں مذکور لفظ ﴿حقا﴾ مفعول مطلق ہے، قاضی بیضاویؒ نے زمخشری وغیرہ کی متابعت میں کہا کہ یہ مفعول مطلق تاکیدی ہے، جو کہ سابقہ جملہ کے مضمون کی تاکید کرتا ہے، یعنی یہ بات حق اور سچ ہے۔ ابو حیانؒ نے اس پر ردّ کرتے ہوئے کہا ہے کہ قول باری تعالیٰ: ﴿علی المتقین﴾ ''حقا'' سے متعلق ہے یعنی اس کے لئے ظرف لغو ہے یا یہ اس کے لئے صفت ہے۔ اور یہ دونوں صورتیں'' حقا'' کے تاکید ہونے سے مانع ہیں''۔

خطیب شربینیؒ اور تفسیر سے متعلق احادیث: خطیب شربینیؒ نے اپنی تفسیر کے بالکل آخر میں اس کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے اس تفسیر میں صرف صحیح اور حسن احادیث کو ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''......ومن الأحادیث صحیحها وحسنها......'' (السراج المنیر: ۲/)

اور واقعی انہوں نے اس امر کا بھرپور التزام کیا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں صرف وہ احادیث ذکر کی جائیں جو صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی ہوں۔ چنانچہ گذشتہ عنوان کے تحت ہم مختصراً بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح فضائل سور سے متعلق موضوع احادیث ذکر کرنے پر علامہ زمخشری اور قاضی بیضاویؒ پر جابجا ردّ کیا ہے۔ ایک مثال مزید ملاحظہ فرمائیں:

سورۃ الأعراف کی فضیلت میں موضوع حدیث ذکر کرنے پر انہوں نے علامہ زمخشری اور قاضی بیضاویؒ پر رد کرتے ہوئے فرمایا:

''والحدیث الذي ذکرہ البیضاوي تبعًا للزمخشري، وهو: من قرأ سورة الأعراف، جعل الله

يوم القيٰمة بينه وبين إبليس سدًا، وكان آدم "له يوم القيامة شفيعًا، حديث موضوع...."

یعنی ''سورۃ اعراف کی فضیلت میں قاضی بیضاویؒ نے علامہ زمخشری کی متابعت میں جو حدیث ذکر کی ہے کہ سورہ اعراف پڑھنے کا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور شیطان کے درمیان آڑ پیدا فرمائیں گے اور آدم علیہ السلام قیامت کے روز اس کی شفاعت کریں گے'' تو یہ حدیث موضوع ہے''۔ (السراج المنیر :۲/۳۰۶)

خطیب شربینیؒ اور قرآنی قراءات: خطیب شربینیؒ نے مقدمہ تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ وہ اس تفسیر میں صرف سات مشہور ائمہ قراءت کی قرائتیں ذکر کریں گے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''وحيث ذكرت فيه شيئًا من القراءات، فهو من السبع المشهورات". (السراج المنير: ۱/۲۲)

اسی طرح اپنی تفسیر کے بالکل اختتام میں انہوں نے اس کی خصوصیات شمار کرتے ہوئے فرمایا:

"جمع من التفاسير معظمها ومن القراءات متواترها....." . (السراج المنير: ۶/ ۵۰۲)

اور واقعۃً انہوں نے اپنے اس وعدہ کا ایفاء بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بقدر ضرورت صرف قراء سبعہ کی قراءتوں کو جو کہ متواتر ہیں، ذکر فرمایا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ: ﴿قل أتخذ تم عندالله عهدا......﴾ کی تفسیر کے ذیل میں ﴿أتخذتم﴾ کی بابت انہوں نے فرمایا:

''وقرأ ابن كثير وحفص عن عاصم بإظهار الذال عندالتاء، والباقون بالإدغام"

یعنی ''امام ابن کثیرؒ، امام حفصؒ نے امام عاصمؒ کی روایت کے مطابق اسے ذال اور تاء دونوں کو ظاہر کرتے ہوئے اس طرح پڑھا ہے: ﴿أتخذتم﴾، جب کہ باقی قراء حضرات نے اسے ادغام کے ساتھ یوں پڑھا ہے: ﴿أَتَّخَذْتُمْ﴾

اسی طرح اس سے کچھ آگے قول باری تعالیٰ: ﴿من كسب سيئة وأحاطت به خطيئة﴾ کی تفسیر کے ذیل میں ﴿خطيئة﴾ کی بابت انہوں نے فرمایا: ''وقرأ نافع وحده خطيئاته.بالجمع ''یعنی ''صرف امام نافع نے اسے ''خطيئاته'' جمع کے ساتھ پڑھا ہے، جب کہ باقی سب ائمہ کی قراءت مفرد کے ساتھ ''خطيئته'' ہے۔ (السراج المنیر :۱/ ۱۱۸)

خطیب شربینیؒ اور نحوی مباحث: قرآن کریم کا کما حقہ فہم آیت اور اس کے مفردات کی اعرابی جہات وحیثیات سے واقف ہوئے بغیر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین حضرات اپنی تفاسیر میں بقدر ضرورت آیت اور اس کے مفردات کی ترکیبی واعرابی حیثیت پر ضرور روشنی ڈالتے ہیں، بلکہ بعض حضرات نے تو صرف قرآن کریم کے نحوی واعرابی پہلو پر کئی کئی جلدوں پر مشتمل کتابیں بھی تحریر کی ہیں، خطیب شربینیؒ پر بھی اس امر کی اہمیت واضح وآشکارا تھی، اس لئے انہوں نے بھی اپنی تفسیر میں آیات اور ان کے مفردات کی اعرابی وترکیبی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے، مگر بقدر ضرورت۔ وہ زیادہ گہرائی میں جانے سے گریز کرتے ہیں، اور نہ نحات کے اختلافات وغیرہ کے چکر میں پڑتے ہیں، وہ مختصر انداز

میں بہت کم الفاظ میں بہت سارے نحوی فوائد بیان کردیتے ہیں۔بطور نمونہ ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ:﴿ولا تكونوا أول كافر به﴾کی تفسیر کے ذیل میں ''أول كافر'' کی اعرابی حیثیت متعین کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:''تنبيه :أول كافر به'' وقع خبرا عن ضمير الجمع بتقدير أول فريق أو فوج أو بتأويل لا يكن كل واحد منكم أول كافر به، كقولك : كسانا حلة أي كلّ واحد منا. ''یعنی'' آیت کریمہ:﴿ولا تكونوا أول كافر به﴾میں''أول كافر به''، ''تكونوا''فعل ناقص کی خبر ہے۔(اس پر اشکال یہ ہے کہ فعل ناقص کا اسم ضمیر جمع ''واؤ'' ہے اور خبر مفرد ہے، لہٰذا مطابقت مفقود ہے۔اس کا جواب انہوں نے جانب خبر میں تاویل کرتے ہوئے یوں دیا کہ)خبر''أول فريق''یا''أول فوج''کے معنی میں ہے(پس دونوں کے درمیان معنیٰ جمعیت میں مطابقت حاصل ہوگئی۔دوسرا جواب انہوں نے جانب اسم میں تاویل کرتے ہوئے یوں دیا کہ)یا''لا تكونوا''،''لا يكن كل واحد منكم''کے معنی میں ہے(پس دونوں کے درمیان افراد میں مطابقت حاصل ہوگئی)اس کی نظیر قائل کا یہ قول ہے:''كسانا حلة''کہ یہ''كسا كل واحد منا حلة''کے معنی میں ہے،یعنی اس نے ہم میں سے ہرایک کو عمدہ پوشاک پہنائی۔اس قول میں بھی جمع (ضمیر متکلم مع الغیر''نا'') کی تاویل''كل واحد''کے ساتھ کی گئی ہے، کیونکہ اس تاویل کے بغیر فساد معنی لازم آتا ہے اس لئے کہ ایک پوشاک کئی افراد کو بیک وقت نہیں پہنائی جاسکتی''۔(السراج المنیر :۱/۹۰)

ملاحظہ فرمائیں، یہ تمام فوائد انہوں نے تقریباً ڈیڑھ سطور میں بیان فرمائے۔

خطیب شربینیؒ اور ناسخ ومنسوخ: قرآن کریم کے فہم میں ناسخ ومنسوخ کی معرفت کو فرض کے درجہ میں دخل حاصل ہے۔جس شخص کو ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو اس کے لئے تفسیر کرنا ناجائز وحرام ہے۔امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:''قال الأئمة.لا يجوز لأحد أن يفسر كتاب الله إلا بعد أن يعرف منه الناسخ والمنسوخ ''یعنی''ائمہ کا یہ قول ہے کہ جس شخص کو ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو اس کے لئے کتاب اللہ کی تفسیر کرنا ناجائز ہے''(الإتقان في علوم القرآن:۲/۲۷)،اسی طرح حضرت علیؓ نے ایک قاضی سے دریافت فرمایا:''أتعرف الناسخ من المنسوخ؟''،''تم ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتے ہو؟''،اس نے جواب دیا:نہیں،تو آپؓ نے فرمایا:''هلكت وأهلكت''،''تب تو تم خود بھی تباہ ہوگئے اور لوگوں کو بھی تباہ کردیا''۔(الإتقان في علوم القرآن:۲/۲۷،البرهان للزركشي:۲/۲۹)

خطیب شربینیؒ بھی ناسخ ومنسوخ کے علم کی اہمیت سے خوب واقف ہیں،نسخ پر انہوں نے سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ:﴿ما ننسخ من آية أو ننسها نأتِ بخير منها أو مثلها﴾کی تفسیر کے ذیل میں مختصراً بہت مفید کلام کیا ہے۔(السراج المنیر: ۱/۱۳۵،۱۳۴)وہ اخبارآحاد سے بھی نسخ قرآن کے قائل ہیں۔ایک مقام پر انہوں نے ان حضرات پر رد بھی کیا ہے، جو سنت کے ناسخ قرآن ہونے کے لئے اس کے متواتر ہونے کی شرط لگاتے ہیں۔غرض اس علم کی اہمیت کی پیش نظر انہوں نے جابجا ناسخ ومنسوخ کی نشان دہی کی ہے۔ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ: ﴿كتب عليكم إذاحضر أحد كم الموت إن ترك خيراً الوصية للوالدين والأقربين بالمعروف حقا على المتقين ﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں نے فرمایا: ''وهذامنسوخ بآية المواريث ،وبقوله صلى الله عليه وسلم :"إن الله أعطى كل ذي حق حقه ؛ألا لاوصية لوارث"،بناء على الأصح من أن الكتاب ينسخ بالسنة ، وإن لم تتواتر، وبذلك ظهر ما في قول بعضهم :إن الكتاب لا ينسخ بالسنة ، وإن الحديث من الآحاد. ''یعنی'' یہ آیت منسوخ ہے،اس کے لئے ناسخ ایک آیت مواریث ہے اور دوسرا یہ حدیث نبوی ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا کر دیا ہے، سنو! وارث کے لئے وصیت نہیں ہے''۔ حدیث کا ناسخ ہونا اس صحیح تر قول کی بنیاد پر ہے جس کے مطابق کتاب اللہ کا نسخ سنت سے ہوسکتا ہے اگرچہ وہ متواتر نہ ہو، اس سے ان حضرات کے قول کا ضعف ظاہر ہوگیا جو کہتے ہیں کہ سنت، کتاب اللہ کے لئے ناسخ نہیں ہوسکتی، اور جو یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث خبر واحد ہے (لہٰذا یہ ناسخ نہیں ہوسکتی)''۔ (السراج المنیر :۱/۱۸۶)

خطیب شربینیؒ اور آیات احکام: خطیب شربینیؒ آیات احکام کی تفسیر کے ضمن میں ائمہ اربعہ اور فقہاء کے مذاہب اور ان کے دلائل کا بھی اہتمام کرتے ہیں، مگر اس سلسلے میں وہ زیادہ توسع سے کام نہیں لیتے۔ چونکہ شافعی المسلک ہیں، اس لئے امام شافعیؒ کا مسلک مقدم ذکر کر کے اس کے راجح ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جیسا کہ اقوال وتوجیہات کے ذکر میں ان کا اسلوب ہے کہ راجح قول وتوجیہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں۔ بطور نمونہ دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ البقرہ کی آیت کریمہ: ﴿الطلاق مرّتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان ﴾ کی تفسیر کے ذیل میں انہوں فرمایا: ''تنبيه :اختلف العلماء فيما إذا كان أحد الزوجين رقيقا ، فذهب الأكثر ، ومنهم الشافعي۔ رضي الله تعالىٰ عنه۔ إلى أنه يعتبر عدد الطلاق بالزوج، فالحرّ يملك على زوجته الأمة ثلاث طلقات، والعبد لايملك على زوجته الحرّة إلا طلقتين، وذهب الأقل۔ومنهم أبو حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه۔ إلى أن الاعتبار بالمرأة في عدد الطلاق كالعدة ، فيملك العبد على زوجته الحرّة ثلاث طلقات ، ولا يملك الحرّ على زوجته الأمة إلا طلقتين ''یعنی'' زوجین میں سے اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو اہل علم کا اس بابت اختلاف ہے، اکثر حضرات ،جن میں امام شافعیؒ بھی شامل ہیں، کی رائے یہ ہے کہ طلاق کی تعداد میں خاوند کا اعتبار ہوگا، چنانچہ آزاد شخص اپنی لونڈی بیوی کو تین طلاقیں اور غلام اپنی آزاد بیوی کو صرف دو طلاقیں دینے کا مالک ہوگا۔ جب کہ علماء کی قلیل جماعت جس میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں، اس طرف گئی ہے، کہ عدت کی طرح تعدادِ طلاق میں بھی عورت کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا غلام اپنی آزاد بیوی کو تین طلاقیں اور آزاد اپنی لونڈی بیوی کو دو طلاقیں دینے کا مالک ہوگا''۔ (السراج المنیر :۲/۲۳۵،۲۳۴)

☆......☆......☆

(جاری ہے............